روزنامہ
الفضل
قادیان
یوم چہار شنبہ
قیمت سالانہ ۱۸ روپے — ماہوار ۱½ روپیہ

جلد ۳۵	۲۷ ماہ ظہور ۱۳۲۶ ہش	۱۰ شوال ۱۳۶۶ھ	۲۷ اگست ۱۹۴۷ء	نمبر ۱۹۸

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۶ ماہ ظہور۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۴½ بجے شام کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور کے پاؤں کے درد نقرس میں نسبتاً افاقہ ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں

آج بعد نماز عصر مسجد مبارک میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے مختصر سی تقریر فرمائی ؎

دُعا

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو ایک جلیل القدر صحابی اور نہایت معتبر اور ثقہ راویان حدیث میں سے ہیں۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ کسی نے آکر آپ کو اطلاع دی۔ کہ آپ کا مکان جل رہا ہے آپ نے جواب دیا۔ کہ ایسا نہیں ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے آج صبح آیت کریمہ ان ربی علی صراط مستقیم کا ورد کیا تھا۔ اور میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص صبح اس کا ورد کرے گا۔ وہ شام تک ہر قسم کے آزار اور بلا سے محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص شام کو اس کا ورد کرے گا۔ وہ صبح تک آفات سے مامون و مصئون ہو گا۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا چلو چل کر دیکھیں چنانچہ جب جا کر دیکھا۔ تو آپ کا مکان بالکل محفوظ تھا۔ اگرچہ ارد گرد کے تمام کے تمام مکانات پھک کر خاک اور راکھ کا ڈھیر ہو چکے تھے۔

جماعت احمدیہ میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسے احباب موجود ہیں جنہوں نے دعا کی ایسی ہی معجزانہ تاثیرات کا اپنی ذات میں تجربہ کیا ہے۔

قرآن کریم اور احادیث میں بہت سی ایسی ماثورہ دعائیں ہیں۔ جن کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ افسوس کہ آج مسلمانوں نے دعا کو بالکل چھوڑ رکھا ہے۔ نماز بھی جو بہترین اور موثر ترین دعا ہے۔ اس کو بھی جو لوگ ادا کرتے ہیں۔ محض ایک معمولی چیز سمجھ کر بطور رسم کے ادا کرتے ہیں۔ ان کے دل میں وہ جوش اور خشوع و خضوع پیدا نہیں ہوتا۔ جو آسمانی رحمتوں کو کھینچنے والا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بہت حد تک دین کے صحیح مرکز سے ہٹ گئے ہیں۔ اور تعلق باللہ جو دین اسلام کا منتہائے مقصود ہے۔ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔

الحمد للہ اس زمانے میں امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے از سر نو مسلمانوں اور دنیا کی توجہ اس طرف کرائی ہے۔ آج اگر تمام دنیا خصوصاً مسلمان سچے دل سے خدا کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور اس لائحہ عمل پر عمل پیرا ہو جائیں۔ جو حضور علیہ السلام نے از سر نو ان کے نقطہ نظر سے سامنے رکھا ہے۔ تو یقیناً دنیا کے موجودہ مصائب ختم ہو جائیں افسوس ہے کہ مغرب کے مادی فلسفہ کے زیر اثر مسلمان بھی دعا کی نعمت سے محروم ہو گئے ہیں۔ حالانکہ مسلمان کا سب سے کاری ہتھیار دعا ہی ہے قرآن کریم اور احادیث میں سینکڑوں ہر موقعہ کی دعائیں بکھری ہوئی ہیں۔ اگر مسلمان ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ تو آج ہی ان کی حالت میں ایک قابل قدر تبدیلی پیدا ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ لوگ مادیات کی طرف اس طرح جھک گئے ہیں۔ کہ ان کو دعا کا فلسفہ ہی بالکل فراموش ہو گیا ہے۔ دعا کوئی جادو یا ٹونہ نہیں ہوتی کہ جیسے منتر کا سا اثر رکھتی ہو۔ اگرچہ جماعت احمدیہ نے اس زمانے میں ایسے بھی بے شمار مواقع دیکھے ہیں کہ ادھر دعا کی۔ اور ادھر اس کا فوری اثر ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے قبولیت دعا کے بہت سے اصول جگہ بہ جگہ بیان فرمائے ہیں۔ اگر ہم ان کو مد نظر رکھیں تو یقیناً سو فی صدی کامیابی ہوتی ہے دعا کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہوتا کہ انسان ان مادی ذرائع کو ترک کر دے۔ جو کسی مقصد کے حصول کے لئے کونی قوانین کے مطابق ضروری ہوتے ہیں اور صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور صرف دعاؤں پر دعائیں مانگتا چلا جائے اللہ تعالےٰ نے جو ذرائع تکوینی قوانین کے ماتحت کسی مقصد کے

آج سے ایک سال قبل

۲۷ اگست ۱۹۴۶ء کو سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے بمقام ڈلہوزی اپنے چند رویا بیان فرمائے۔ اور ان کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑی مشکل ہمارے لئے پیش آنے والی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا فضل ہمارے ساتھ رہے گا۔ اور خدا تعالےٰ ہمارے کیڈروں تک کو ان بلاؤں کے اثرات سے محفوظ رکھے گا۔ اور ہمارے غموں کو دور کرے گا“ (الفضل ۲۳ اگست ۱۹۴۶ء)

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی
بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

حصول کے لئے بناتے ہیں۔ دعا ان ہی کی ممد و معاون ہوتی ہے۔ اور جہاں وہ ذرائع کام نہ کر سکتے ہوں۔ تو پھر دعا کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ اور ایسی اضطراری حالت میں اللہ تعالےٰ ضرور دعا قبول فرما لیتا ہے۔ خواہ اس کا اثر اس صورت میں ظہور پذیر نہ ہو۔ جس صورت میں ہم نے اپنی کوتاہ نگاہی اور محدود الخیالی کی وجہ سے سمجھ لیا ہے۔ بلکہ انسان کی سچے دل اور پوری توجہ سے کی ہوئی دعا تو کبھی خالی جاتی ہی نہیں۔

قرآن کریم میں قومی دعائیں بہت زیادہ سکھائی گئی ہیں اور چند ایسی بھی دعائیں ہیں۔ جو انفرادی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا اور بہت سی دعائیں انفرادی اور قومی دونوں قسموں میں آتی ہیں۔ احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی ایسی دعائیں سکھائی ہیں جو انفرادی اور قومی دونوں قسموں میں آسکتی ہیں۔ قومی دعائیں بحیثیت مجموعی تمام قوم کے لئے ہوتی ہیں۔ اور قاعدہ کے طور پر ایسی دعائیں بہت پُر اثر ہوتی ہیں اور ہمیشہ قبول ہوتی ہیں۔ خاص کر ایسی جماعت کی دعائیں جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے کھڑی ہوتی ہے

علاوہ قرآن کریم اور احادیث کی دعاؤں کے بعض بزرگوں نے بھی دعائیں سکھلائی ہیں۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کئی الہامی دعائیں سکھلائی ہیں۔ ان میں سے

رب کل شیٔ خادمک رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا

اے رب ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے رب ہمیں بچا اور ہماری مدد کر اور ہم پر رحم کر۔

اسم اعظم ہے حضور اقدس علیہ السلام ہر مصیبت کے موقع پر اس دعا پر بہت زور دیا کرتے تھے اور بار بار زیادہ اس کو پڑھا کرتے تھے۔

آج کل ملک میں فتنہ و فساد کی آگ کے جہنمی شعلے ہر طرف لپک [illegible]

بلاوجہ اپنے جیسے ہی معصوم اور بے گناہ انسانوں کو خاک و خون میں ملا رہا ہے۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں چھوڑا جاتا۔ آہ وہی انسان جو کل تک دوسرے کے پھوڑے کی تکلیف پر پسیج جاتا تھا۔ اور دل کی درد ناک اور آنکھوں کو نم کر لیتا تھا۔ آج خود ہی ان معصوموں پر نہایت بے دردی سے حملے کر کے ان کو تیغ کی گھاٹ اتار اور ان کی رہائش گاہوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیتا ہے۔ آہ بے درد انسان۔ صحیح۔ آج تجھے بے شک خوشی ہوگی۔ لیکن خدا تعالےٰ سخت ناراض۔ یاد رکھ مظلوموں کی فریادیں اس کے دربار سے خالی نہیں لوٹیں گی۔

ہم تمام فرقہ ہائے ہند۔ سکھ اور مسلمانوں سے جن کی تعداد یقیناً اس آنسوؤں کے ملک میں بہت کافی ہے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے سچے دل سے ہر روز دعائیں کریں اور گڑگڑا کر اپنی ہی ان جن دعائیں مانگیں کہ اے ہمارے مالک اے رحمان و رحیم خدا اس ملک پر سے ان بلاؤں کو جلد سے جلد ٹال دے۔ اور ان کو جو شکستہ ہو گئے ہیں اپنی رحمت کے نور سے ڈھانپ دے۔ آمین اللھم آمین

اسم اعظم

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے [illegible] بذیل دعا القا کی گئی۔

رب کل شیٔ خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی

ترجمہ: اے میرے رب ہر ایک چیز تیری خدمتگار ہے۔ اے میرے رب پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی۔ [illegible]

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی ایک خاص خصوصیت

زندگی میں موت کے متعلق تیاری

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق میں نے اپنے ایک مختصر سے مضمون میں بیان کیا تھا کہ کچھ عرصہ سے آپ وصال الی اللہ کے لئے ہر وقت بیتاب سے نظر آتے اور ایسے اشتیاقیہ الفاظ میں اور ایسے مسرت آمیز لہجہ میں اس کا ذکر فرماتے۔ کہ دنیا سے آپ کی انتہائی دلبرداشتگی ظاہر ہوتی تھی۔

بے شک یہ بات ایک اعلیٰ شان کے مومن کے ہی شایان ہے۔ اور ہر ایماندار اپنی معرفت اور صفائی قلب کے لحاظ سے اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہونے کے لئے اس دنیا کو خوشی خوشی چھوڑنے کا جذبہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور جیسے موقع میسر آئے۔ کسی نہ کسی رنگ میں اس کا اظہار بھی کرتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں حضرت میر صاحب سے جو خاص بات ظہور پذیر ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے فرشتہ اجل کو خوش آمدید کہنے کے متعلق تمام تیاری اپنی زندگی میں خود کی اور اس اہتمام سے کی۔ کہ اپنی موت کا اعلان بھی آپ خود ہی لکھ کر دے گئے۔

ذرا اندازہ لگائیے اس انسان کی روحانی اور ایمانی قوت کا۔ جس نے اپنے ہاتھ سے موت سے تاریخ اور وقت کے جس کی تعیین اس کے بس میں نہ تھی یہ الفاظ رقم فرمائے۔

"میں محمد اسمٰعیل ولد حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ تعالےٰ عنہ [illegible] ناصر امیر صاحب دہلوی آج بوقت .... اپنے احباب و اعزہ سے رخصت ہو کر عالم برزخ میں آگیا ہوں۔ اللہ تعالےٰ میری مدد فرمائے اور مغفرت فرمائے۔ اس نے دنیا میں ...... سال قیام کیا یعنی دو شعبان ۱۲۹۸ھ ہجری مطابق ۲۸ جولائی ۱۸۸۱ء دو شنبہ کے روز پیدا ہوا اور میں نے اس جہان فانی کو چھوڑا۔ ناظرین اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائیں۔ کہ وہ مجھے قبر کے دکھوں حشر کی تکالیف اور پل صراط کے مصائب اور دوزخ کے عذابوں سے محفوظ کر کے جنت الفردوس میں محض اپنے فضل اور رحم اور کرم سے جگہ عنایت فرمائے اور اپنی نعمتوں سے بہرہ وافر عطا کرے۔ آمین"

ان سطور کے ایک ایک لفظ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ اعلان نہ صرف نہایت سکون دل اور اطمینان قلب کے ساتھ لکھا گیا۔ بلکہ موقع شناسی سے بھی خوب ہی کام لیا گیا۔ دعا کی اور نہایت جامع اور ضرورت کے عین مطابق دعا کی درخواست اس انداز سے کی گئی ہے کہ آپ کو جاننے والا شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو۔ جس کا دل پگھل کر پانی پانی نہ ہو گیا ہو اور آپ کی مغفرت اور بلند سے بلند درجات کے لئے مضطربانہ دعا نکلی ہو گی۔ ایسے وقت کی ایسی بے شمار دعائیں شرف قبولیت سے کیوں محروم رہی ہوں گی۔ جب کہ وہ حضرت میر صاحب ایسے ولی اللہ کے لئے کی گئیں۔

مذکورہ بالا اعلان کے بقیہ حصہ میں دنیوی زندگی۔ موت اور پھر آخرت کی زندگی کے فلسفہ پر نہایت عارفانہ کلام کرنے کے بعد اپنی قلبی کیفیت کا نقشہ یوں کھینچا ہے

"میں نے دنیا میں تکالیف ابتلا مصائب اور بیماریاں سب دیکھیں مگر ان میں بھی خدا کے فضل اور اس کی رحمت کو ہر قدم پر محسوس کیا۔ پس اب جبکہ بقائے الٰہی کا مقام قریب تر ہوتا جاتا ہے میں کیوں نہ آگے بڑھنے

ہو۔"

اس سلسلہ میں عزیزوں اور دوستوں کو خوشی خوشی موت قبول کرنے اور لقاء الٰہی کے حصول میں ہر تکلیف مردانہ وار برداشت کرنے کی نہایت دل نشین الفاظ میں تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

" جو کرم۔ جو رحم۔ جو شفقت۔ جو مروت اور جو احسان مجھے اپنے خداوند خدا میں نظر آیا۔ بخدا وہ ہرگز کسی دوسرے میں نظر نہیں آیا۔ پس ایسے خدا کے لقاء سے اور اس کے روبرو پیش ہونے سے ڈرنے کے کیا معنی۔"

جب دیکھا جائے کہ یہ الفاظ اس انسان کے قلم سے نکلے۔ جو خوشی خوشی موت سے ہمکنار ہوا۔ جسے موت کسی مرحلہ پر ایک لحظہ کے لئے بھی ہراساں نہ کر سکی۔ اور جس نے یہ تحریر اس لئے قلمبند فرمائی۔ کہ جب وہ شاداں و فرحاں موت کی گھاٹی سے گذر جائے۔ تو اس کی طرف سے اس کے دوستوں اور عزیزوں تک پہنچا دی جائے۔ تو یہ ایک ایسی اہم دستاویز بن جاتی ہے۔ جسے ہر احمدی کو ہر وقت اور خاص کر اس وقت جبکہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی جان پیش کر دینے کا موقع میسر آ رہا ہو۔ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اور کسی رنگ میں بھی موت کا ڈر یا خوف اپنے پاس تک نہ آنے دینا چاہیئے۔ کیونکہ بالفاظ حضرت میر صاحب مرحوم و مغفور موت ایک سیڑھی ہے۔ جو انسان کو نچلی منزل سے بالا خانہ تک پہنچاتی ہے۔

موت کے مرحلہ سے گذرنے کے بعد چونکہ جسد عنصری کے لئے کچھ اور مرحلے بھی اس دنیا میں باقی تھے۔ اس لئے ان کے بارہ میں بھی حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی خواہش اور تمنا کا اظہار کیا۔ اور الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اس پیارے بندہ کی ان تمناؤں کو بھی اپنے فضل سے اسی طرح پورا فرمایا۔ جس طرح وہ چاہتا تھا۔

اپنی نعش کو غسل دینے کے متعلق حضرت میر صاحب رضہ نے یہ خواہش ظاہر فرمائی اور خدا تعالیٰ کے غنیٰ کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے فرمایا کہ

"میری نعش کو غسل دینے کے لئے اگر ممکن ہو۔ تو شیخ عبدالرحیم صاحب بھائی جی اور شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی اور حکیم عبداللطیف صاحب شہید کو بلا لیا جائے۔ شہید صاحب پانی ڈالیں۔ کفن موجود ہے۔"

آخر جب وہ وقت آیا۔ کہ حضرت میر صاحب کی روح عالم اعلیٰ میں پرواز کر گئی۔ اور صرف ان کی "نعش" رہ گئی۔ تو اس کے متعلق آپ نے جس خواہش کا اظہار فرمایا تھا۔ اسے پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے سامان کر دیئے۔

فوت ہو۔ کہنے لگے۔ میں نے یہ کہا تھا۔ مگر میر صاحب نے جواب دیا۔ آپ لوگ مجھ سے پہلے نہیں فوت ہوں گے۔ پہلے میری باری ہے۔

نعش کے غسل کے بعد قبر کا سوال آتا ہے۔ اس کے متعلق بھی حضرت میر صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ کی قضا و قدر کے متعلق اپنی پوری رضا کے ساتھ فرمایا۔ نیز حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے کمال ادب و احترام

ملفوظات حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے ہمیں ایسا بالغ نظر۔ دوراندیش اور مزکی نفس امام عطا فرمایا ہے۔ جو وقت سے بہت پہلے آنے والی مشکلات کو بھانپ لیتا ہے اور ہمیں ان سے آگاہ کر دیتا ہے۔ ۲۶ر جولائی ۱۹۴۶ء کو سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔ " ہماری جماعت پر قریب کے زمانہ میں ایک نیا دور آنے والا ہے۔۔۔ ایک نیا دور جو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ... آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ دور ہماری جماعت پر کس رنگ میں اثر انداز ہوگا۔ آیا اس عرصہ کو تنظیمی رنگ میں اہمیت حاصل ہے۔ یا اسے اس لحاظ سے اہمیت ہے کہ وہ جماعت کے لئے مصیبت کا عرصہ ہے۔۔۔۔۔۔ پس جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے اندر بھی تغیر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ جب بھی کوئی تغیر پیدا ہوتا ہے۔ تو اس میں خیر اور شر دونوں کا خطرہ موجود ہوتا ہے۔ عوام الناس اور جاہل لوگ تغیرات کی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن حقیقت آشنا لوگ ہر چھوٹے سے چھوٹے تغیر کے وقت گھبرا جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔ جب تک کوئی تغیر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو جاتا۔ اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ مبارک ہوگا یا مضر ہوگا۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے۔ کہ ہر تغیر کے وقت زیادہ سے زیادہ قربانیاں کرے۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی جماعتوں کے لئے عذاب نہیں ہوتا۔ بلکہ ابتلا ہوتے ہیں۔ جن میں ثابت قدمی دکھانے کے بعد ان کے لئے انعامات ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔ دوستوں کو غفلت کو ترک کرتے ہوئے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اور اپنی تنظیم کو ہر رنگ میں مکمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

(الفضل ۹ر اگست ۱۹۴۶ء خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ر جولائی ۱۹۴۶ء)

مذکورہ بالا تینوں اصحاب زندہ و سلامت تھے۔ قادیان میں موجود تھے۔ اور صحت و تندرستی کی حالت میں تھے۔ وہ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے خود پہنچ گئے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں حضرت میر صاحب کی خواہش کو لفظ بلفظ پورا کرنے کی توفیق دی۔

میں نے حضرت میر صاحب کی وفات کے بعد حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب بھائی جی سے پوچھا۔ حضرت میر صاحب رضہ نے اپنی زندگی میں آپ سے اس بات کا ذکر کیا ہوگا۔ اس وقت آپ نے یہ نہ کہا۔ کہ کون جانتا ہے۔ پہلے کون

کے ساتھ حسن طلب میں بھی کمال کر دیا۔ چنانچہ لکھا۔

" درخواست۔ آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی خدمت میں بعد السلام علیکم کے عرض ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے انجام سے آگاہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ میرا انجام اچھا کرے۔ اور مجھے بہشتی مقبرہ کا اہل بنائے۔ اگر یہ فضل مجھ پر خدائے قدوس کی طرف سے ہو جائے۔ تو میری خواہش ہے کہ اپنے لوگوں میں دفن ہوں۔ ایک جگہ حضرت والدہ صاحبہ اور دیوار کے درمیان ایک قبر کی ہے۔ حضور کی مہربانی ہوگی اگر مجھے وہاں دفن کیا جائے۔ وافوض امری الی اللہ۔ ان اللہ بصیر بالعباد

والسلام۔ محمد اسمٰعیل"

خدا تعالیٰ نے حضرت میر صاحب کی یہ خواہش بھی بعینہٖ پوری فرمائی۔ اسی جگہ ان کی قبر بنی جہاں ان کی خواہش تھی۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رشتہ کے لحاظ سے نہایت معزز رتبہ رکھنے کے علاوہ حضرت میر صاحب نے اپنی ساری زندگی اسلام اور احمدیت کی خدمت میں صرف کر دی۔ ہر قربانی اور ایثار کے وقت پیش پیش رہے۔ مگر کیا مجال کہ اشارۃً بھی کسی بات کا ذکر ہو۔ بلکہ اپنی انتہائی خواہش اور ... آرزو کو "درخواست" کے طور پر پیش کیا۔ اور "حضور کی مہربانی ہوگی" کو ذریعہ قبولیت قرار دے کر خاموش ہو گئے۔ دنیا نے امام کو اپنی بڑی سے بڑی خواہش اور تمنا پر مقدم رکھنا اور کسی حالت میں بھی انتہائی ادب۔ احترام۔ اطاعت اور فرمانبرداری کے فرض کو نہ بھولنا وہ مقام ہے۔ جو خاصانِ خدا کا ہی حصہ ہے۔ اور جسے حاصل کئے بغیر کوئی انسان نہ دنیا میں فلاح پا سکتا ہے۔ اور نہ آخرت میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

حضرت میر صاحب مرحوم و مغفور کی زندگی بے شک بہتوں کے لئے روحانی اور جسمانی زندگی تھی۔ لیکن موت بھی آپ ایسا اسوہ اور نمونہ قائم کر گئے ہیں۔ جو دوستوں تک کے لئے مرد شناسی کا معیار ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اے میرے اہل بیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔ تذکرہ صفحہ ۶۴۸

ہزاروں آدمی تیرے پروں کے نیچے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۶۵۰)

نیکی یہ ہے کہ خدا کے احکام کو پورا کرنا۔ (تذکرہ صفحہ ۶۵۱)

تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔ (تذکرہ صفحہ ۶۵۲)

انی انرتک و اثرتک ترجمہ۔ میں نے تجھے روشن کیا اور تجھے برگزیدہ کیا۔

(تذکرہ صفحہ ۶۵۲)